مسلم امہ کی قیادت سے متعلق قرآنی اصطلاحات کی تعبیر و تشریح
(منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Interpretation and Explanation of the Qur'anic Terms Related to the Leadership of Muslim Ummah (An Analytical Study in the Light of Selected Tafsir Literature)

Muhammad Nasir Masood
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore, Punjab, Pakistan:
nasir.bsp92@gmail.com

Dr. Fatima Noreen
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore, Punjab, Pakistan:
fatimanoreen@lgu.edu.pk

Abstract
Islam is a complete code of life that provides complete guidance related to all aspects of life. Leadership is necessary for getting the national objectives. Every society, group, organization and state needs such leadership who can lead them towards development. Right guidance is possible by great leadership. It is impossible to refuse the importance of the principles and benefits of leadership that Islam gifted. After acting upon these teachings, the leader can perform right services. He is the guardian of the nation that protects their rights as well promotes their common welfare. No doubt, The Holy Quran is the last divine book that provides best guidance related to different fields of life. Many verses and terms are available related to the leadership of The Muslim Ummah. We need to ponder over these terms rightly that The Holy Quran portrays. In this article, in the light of interpretations of Quranic terms related to the Muslim leadership would be studied analytically.

Keywords: *Muslim Ummah Leadership, Shariah Politics, Qur'anic Terms, Qur'anic Views.*

انسان فطری طور پر دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا اور زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے۔ ان فطری تقاضوں کی بنا پر اس کا دوسرے افراد کے ساتھ اکٹھے رہنا ایک ناگزیر عمل ہے۔ جب ایک ہی جگہ پر بہت سے لوگ بستے ہوں تو

ان کے درمیان تنازعات اور اختلافات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ایسی صورت حال میں کسی صاحب اقتداراور حاکم کا ہونا ضروری ہے جو ان کے باہمی تنازعات اور جنگ وجدل کو روک سکے۔اس کی غیر موجودگی میں معاشرتی امن و امان اور معاملات چلانا ممکن نہیں رہتا۔انسان کی فطرت میں عداوت اور تشدد کا عنصر بھی تو موجود ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے مقابلہ اور مسابقہ کے لئے تیار رہتا ہے۔اقتدار اور طاقت کے حصول کی جستجو ہر گروہ میں موجود ہوتی ہے۔دوسری سمت اس کی فطرت میں اطاعت کا عنصر بھی موجود ہے۔یہ فطری طور پر کسی حاکم کو تسلیم بھی کر لیتا ہے تاکہ اس کے مفادات کا تحفظ ممکن ہو سکے۔تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے ہی قیادت کا تصور نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔جنہیں خلافت سے سرفراز فرما کر ایک ہادی، قائد اور رہبر بنا دیا۔وہ تاریخ انسانی کے لیے عظیم پیغمبر ،رہنما اور متمدن انسان تھے۔اللہ تعالیٰ کے قانون کی بالادستی کو تسلیم کرنے کے ساتھ اس حاکم مطلق کی نیابت کو قبول کیا۔

ابتداء میں لوگ گروہ اور قبائل میں زندگی گزارتے رہے جن کی باہمی لڑائیاں کوئی منظم حکومت قائم نہ کر سکیں۔رفتہ رفتہ قبائل کے جڑنے سے وسیع حکومتیں وجود میں آئیں۔قدیم ریاستوں میں قیادت تو موجود تھی لیکن ایک دوسرے پر غالب آنے کا تصور ایسا ابھرا کہ صفحہ ہستی پر ایسے حکمران بھی ہوئے جنہوں نے ظلم و بربریت اور جبر کی داستانیں رقم کر دیں اور معاشرتی امن کو تباہ وبرباد کر دیا۔اس پر فتن ماحول میں اسلام نے معاشرتی زندگی میں ایسے اصول متعارف کروائے جو اس وقت کی دنیا میں انقلاب آفرین تھے۔جس میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھا۔اس کی طرف سے عطا کردہ اختیارات کو انسان ایک دائرہ میں رہتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بعد اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا جس سے اس بات کو واضح فرما دیا کہ ان شخصیات کو کیا مقام حاصل ہے۔وہ صرف نائب کی حیثیت سے تصرف کا حق رکھتے ہیں۔ان قائدین کی صفات، شرائط اہلیت، حقوق و فرائض اور منصب کے ذمہ دارانہ استعمال کے تقاضوں کو مکمل شفافیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست کا قیام ایک اہم فریضہ ہے۔قیام ریاست کے مقاصد میں سے ایک مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی ہے۔یہ تحفظ تب ممکن ہے جب ریاستی نظام کو چلانے والے لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق خدمات سرانجام دیں گے۔یہ افراد عوام کے نمائندہ ہوتے ہیں جو مختلف ریاستی اداروں میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدمات سرانجام دیتے ہیں۔یہ اپنے اپنے شعبہ کے قائدین ہیں۔اسی طرح ملکی سطح پر رعایا و حاکم کا باہمی تعلق اور تعاون ملکی و معاشرتی استحکام اور قیام امن کے لیے ناگزیر ہے۔

مسلم امہ کی قیادت سے متعلق قرآنی اصطلاحات کی تعبیر و تشریح

قیادت کا معنی و مفہوم

یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو شخص کسی جماعت کے آگے بطور قائد چل رہا ہو تو اس کا یہ فعل قیادت کہلاتا ہے۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں۔

"والقائِدُ واحد القُوَّاد والقادةِ ورجل قائد من قوم قُوَّد وقُوَّاد وقادة وأَقاده خيلاً أَعطاه إِياها يَقُودها وأَقَدْتك خيلاً تقُودُها"[1]

قائد قواد اور قادۃ کا واحد ہے جو قوم کے رہنما کے لئے استعمال ہوتا ہے قود، قواد، قادۃ اور اقادۃ سے مراد وہ مخصوص گھوڑے بھی ہیں جو سپاہ اپنے ساتھ بوقت ضرورت استعمال کرنے کے لئے رکھتے ہیں۔

اسی طرح مرتضٰی الزبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:

"القِيادَةُ مصدرُ القائِدِ وكُلُّ شيْءٍ مِن حَبْلٍ أَو مُسَنَّاةٍ كان مُستطيلاً على وَجْهِ الأَرض فهو قائدٌ . القائد : أَعْظَمُ فُلْجَانِ الحَرْثِ"[2]

قیادۃ، قائد کا مصدر ہے جو زمین پر طویل اور واضح چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا اسی طرح کسی حصہ زمین پر عظیم مرتبہ و حیثیت والے شخص کو بھی قائد کہتے ہیں اور وہ حیثیت و مرتبہ بھی اس کي "قیادت" کہلاتی ہے۔

اردو لغت فیروز اللغات کے مطابق قائد سے مراد ہے فوج کا سردار، حاکم، اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا (یعنی اسے درست راستے کی طرف لے جانے والا)، رہنما اور لیڈر[3]

---

[1] محمد بن مکرم بن علی ابوالفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الافریقی، لسان العرب، مادہ: قود، (القاھرۃ: دار المعارف، س۔ن)، ج۵، ص۳۷۷۰۔

Muhammad bin mukarram bin ali Abul Fazal Jamal ud din Ibn e Manzoor Al Afriqi, Lisan Al-Arab, Mada: Qud (Cairo: Dar al-Maarif), Vol.5, P.3770.

[2] محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي، تاج العروس من جواهر القاموس، باب: قود (ابوظهبي: موقع الوراق، س۔ن)، ج۱، ص۲۲۲۴۔

Muhammad bin Muhammad bin Abdul-Razzaq al-Hussaini, Abu al-Faiz Murtaza al-Zubaidi, Taj al-Aros min Jawahir al-Qamoos, Bab: Qud (Abu Dhabi:Moq e Alwaraaq),Vol.1, P.2224

[3] مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، حرف ق (لاہور: فیروز سنز، ۲۰۱۰ء، بار اول)، ص۹۴۶۔

Molvi Feroz ud din, Feroz al-Lughat, Harf :Qaaf (Lahore: Feroz Sons, 2010, first edition), P. 946.

عوام کے نزدیک قیادت سے مراد سیاسی قیادت ہوتی ہے۔ فرد واحد کے ہاتھ میں بہت سے اختیارات ہوتے ہیں اور وہ ہی اقوام کے عروج و زوال کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں جیسے کہ پرانے زمانے کی شخصی حکومتیں اور موجودہ دور میں ڈکٹیٹروں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ قیادت سے مراد وہ تمام افراد ہیں جو جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ایسے نمایاں کارنامے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں جو معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کریں۔ یہ اثرات مثبت بھی ہو سکتے ہیں اور منفی بھی۔ اگر مثبت اثرات مرتب ہوں اور نجات کی طرف لے جائے تو قیادت کو صالح قیادت کہا جائے گا اور اگر منفی اثرات مرتب ہوں اور دوزخ کی طرف لے جائے تو قیادت کو فاسق و فاجر قیادت کہا جائے گا۔ قیادت کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے کہ مذہبی قیادت، عسکری قیادت، سیاسی قیادت، تعلیمی قیادت، سائنسی قیادت، اقتصادی قیادت اور ادبی و ثقافتی قیادت۔[4]

قرآن مجید اور قیادت سے متعلق اصطلاحات

قرآن کریم میں "قیادت" کا لفظ تو موجود نہیں ہے لیکن بہت سے ایسے الفاظ اور اصطلاحات ہیں جن میں قیادت کا مفہوم موجود ہے۔ ان اصطلاحات کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اصل مفہوم تک رسائی ممکن ہو سکے۔ قرآن کریم میں خلیفہ، اولی الامر، سلطان، ولی اور ملک وغیرہ جیسی اور بھی بہت سی اصطلاحات ہیں جو قائدین امت، سربراہان ریاست اور حاکم مملکت جیسے بڑے مناصب سے متعلق قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ اس مقالہ میں مسلم امّہ کی قیادت سے متعلق چند اہم قرآنی اصطلاحات اور ان کی تعبیرات و تشریحات کو منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔ یہ اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ خلیفہ

اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سربراہ ریاست، قائد اور حکمران کے لیے خلیفہ کا منصب مقرر گیا۔ اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خلیفہ کا لغوی معنی ہے جانشین، نائب اور قائم مقام۔ عرفی معنی کے اعتبار سے خلافت کسی دوسرے شخص کی نیابت کا نام ہے۔ یہ نیابت اس صورت میں کہ جب اصل شخص وفات پا جائے، حکومت کی ذمہ داریاں سرانجام دینے سے عاجز

---

[4] خلیل الرحمٰن چشتی، قیادت اور ہلاکت اقوام (تاریخ، اسباب، مقاصد اور طریقہ کار)، الفوز اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ۱۷۶

Khalil-ur-Rahman Chishti,Qiyadat or halakat e aqwaam (Tareekh,asbab,maqasad or tariqa kar),(Al-Foz Academy, Islamabad, 2006), P.176

ہو یا اصل شخص کے کہیں جانے کی وجہ سے عارضی طور پر اس کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرنے کے لیے کسی کا بطور نائب تقرر کیا جائے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جسے خلیفہ بنایا گیا ہے اسے ان لوگوں پر عزت، شرف اور فضیلت عطا کی گئی ہے جن لوگوں پر اسے خلیفہ بنایا گیا ہے۔ یہ چوتھی وجہ انبیاء و صالحین سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا چیزوں سے پاک ہے اور وہ اپنے نیک بندوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے اور ان کو دوسرے لوگوں پر عزت و شرف عطا فرمانے کے لیے یہ منصب عطا فرماتا ہے۔[5]

خلیفہ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ مودودی لکھتے ہیں:

"وہ جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ خلیفہ مالک نہیں ہوتا، بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے۔ اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں۔۔۔ اگر وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ بیٹھے اور تفویض کردہ اختیارات کو من مانے طریقے سے استعمال کرنے لگے یا اصل مالک کے سوا کسی اور کو مالک تسلیم کر کے اس کے منشا کی پیروی اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے لگے تو یہ سب غداری اور بغاوت کے افعال ہوں گے"۔[6]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا تو انہیں فرمایا:

"وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ" [7]

کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا نائب رہنا میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا۔

---

[5] أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الاصفهانی(المتوفی ۵۰۲ھ)،مفردات غريب القرآن(بيروت:موقع يعسوب،س۔ن)،کتاب الخاء،ج۱،ص۱۵۶

Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad known as al-Raghib al-Asfahani, Mufradat Ghareeb Al-Qur'an (Beirut: Moqe Yasob),Kitab:al-Khaa, vol.1, p.156.

[6] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۲۲ء)، ج۱، ص۶۲۔

Syed Abul Ala Maududi, Tafhim Ul-Qur'an (Lahore: Idara Tarjaman ul-Qur'an, 2022), vol. 1, p. 62.

[7] القرآن، الاعراف ۷: ۱۴۲

Al-Qur'an, Al-A'raf 7: 142

یعنی میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا۔اس آیت مبارکہ میں کسی کو اپنانائب بنانے کی اصل موجود ہے۔[8]

اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ اگر کسی شخص کو کسی کام کی ذمہ داری سپرد کی جائے تو اسے چاہیے کہ کہیں جاتے ہوئے اس کا انتظام کر کے جائے۔ حکومتی معاملات میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ کسی کو اپنا خلیفہ یا قائم مقام مقرر کیا جائے۔

"جَعَلَه خَلِيفَةً" کے معنی صرف خلیفہ بنانے کے ہیں۔خلیفہ کے معنی خواہ جانشین کے ہوں یانائب کے۔ان دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم ایک اضافی مفہوم ہے۔اس کے بغیر اس کا اتمام نہیں ہو سکتا کہ کوئی مستخلف له اور منوب عنه بھی ہو۔اور عام اس سے مقدر ہو یا مذکور۔

قرآن کریم میں جس جگہ جَعَلَ خَلِيفَةً کے ساتھ مستخلف لہ کی تصریح کر دی گئی ہے وہاں تو مفہوم واضح ہے۔[9]

جیسے کہ سورۃ النمل میں ارشاد فرمایا:

"وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ "[10]

(کس نے)بنایاہے تمہیں زمین میں(اگلوں کا)خلیفہ

جس جگہ **مستخلف** کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے وہاں پر ایک **مستخلف له** مقدر ماننا پڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَات"[11]

---

[8] علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن (لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۱۳ء)، ج۴، ص ۲۹۳۔۲۹۴۔

Allama Ghulam Rasool Saeedi, Tibyan Ul-Qur'an (Lahore: Farid Book Stall, 2013), vol. 4, pp. 293-294.

[9] سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)، ص ۱۴۳۔

Syed Abul Ala Maududi, Islami Riyasat (Lahore: Islamic Publications, 2020), p. 143.

[10] القرآن، النمل ۲۷:۶۲

Al-Qur'an, Al-Naml 27:62

[11] القرآن، الانعام ۶:۱۶۵

Al-Qur'an,Al-An'am 6:165

اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں۔

علامہ قرطبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

" خَلائِفَ" جَمْعُ خَلِيفَةٍ، كَكَرَائِمَ جَمْعُ كَرِيمَةٍ. وَكُلُّ مَنْ جَاءَ بَعْدَ مَنْ مَضَى فَهُوَ خَلِيفَةٌ. أَيْ جَعَلَكُمْ خَلَفًا لِلْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُونِ السَّالِفَةِ" [12]

لفظ "خلّئف" خلیفہ کی جمع ہے جس طرح "کرائم "کریمۃ کی جمع ہے اس سے مراد ہے ہر وہ جو گزر جانے والے کے بعد آئے وہ خلیفہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرون سابقہ اور گزشتہ امتوں کا خلیفہ بنایا ہے۔

دنیا میں انسان کے مقام و مرتبہ، عزت و شرف کو آیت خلافت سے سمجھا جا سکتا ہے۔ تخلیق آدم اور خلافت آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" [13]

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔

یہاں پر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت کیوں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بندوں کو خلیفہ کی ضرورت تھی۔ اپنی مادی کثافت کی وجہ سے اور عدم قرب کے حجابات کی وجہ سے براہ راست احکام الٰہی وصول نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور انسانوں کے درمیان خلیفہ بنایا جس کا نام نبی اور رسول رکھا۔ ان کو ایسی استعداد اور بے مثال صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا کہ وہ فرشتوں کے واسطے کے بغیر یا فرشتوں کے واسطہ کے ساتھ اس سے احکام حاصل کر سکیں۔ اس لیے خلیفہ کا بنایا جانا انسانوں کی بہتری کے لیے ہے۔ [14]

دستور خلافت کو بیان کرتے ہوئے سورۃ ص میں حضرت داود علیہ السلام کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

---

[12] أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى ٦٧١هـ)، الجامع لأحكام القرآن۔ تفسير القرطبي (القاهرة: دار الكتب المصرية، الطبعة الثانية ، ١٣٨٤هـ - ١٩٦٤م)، ج٧، ص١٥٨۔

Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Abi Bakr bin Farah Al-Ansari al-Khazarji Shams ul-Din al-Qurtubi , Al-Jamai Lil Ahkam al-Qur'an/Tafsir al-Qurtubi (Cairo: Dar al-Kutub al-Misriyya, second edition, 1384 AH. 1964 AD), vol. 7, p. 158.

[13] القرآن، البقرہ ۲:۳۰

Al-Qur'an, Al-Baqarah 2:30

[14] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص ۳۳۴-۳۳۵۔

Saeedi, Allama Ghulam Rasool, Tabiyan ul-Qur'an, vol 1, pp. 334-335.

"يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تتبعِ الْهَوَى" [15]

اے داؤد ہم نے مقرر کیا آپ کو (اپنا) نائب زمین میں پس فیصلہ کیا کرو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی۔

قیامت تک خاتم الانبیاءہی زمین پر خلیفۃ اللہ ہیں۔ آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جو نائب ہو گا وہ خلیفۃ الرسول ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے. صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا سب سے پہلے جس سے بیعت کرلو بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو۔

"وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا فَمَا تأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ" [16]

کیونکہ آپ کے بعد آپ کی امت کے مجموعے کو معصوم قرار دیا یعنی جس مسئلہ پر اجماع امت ہو وہ حکم الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"لَنْ تجْتمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ" [17]

میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

جب اجماع امت کو معصوم قرار دیا گیا ہے تو خلیفہ رسول کا انتخاب بھی انہیں کے سپرد کیا گیا۔ اس اجماع کے ذریعے جسے خلیفہ رسول منتخب کیا جائے وہ نیابت زمین اور نظم حکومت کا واحد ذمہ دار ہو گا۔

---

[15] ۔القرآن، ص۳۸ : ۲۶

Al Qur'an,Saad 38: 26

[16] محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله ،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه، بَابُ مَنْ انْتظَرَ حَتى تدْفَنَ، رقم الحديث۳۴۵۵ (بيروت:دار طوق النجاة، موقع الإسلام ،الأولى ۱۴۲۲ ھ)،ج۴،ص۱۶۹۔

Muhammad bin Ismail bin Ibrahim bin Al-Mughira al-Bukhari, Abu Abdullah, Al-Jami' al-Musnad al-Sahih Al-Mukhtasar, Chapter:Man intazara Hata tudfan,Hadith No:3455(Berut:Dar Tooq Alnajat/Moqe Al Islam,Edition First,1422 H), Vol.4, p.169.

[17] سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ)، المعجم الكبير، باب العين، عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ،رقم الحديث۱۳۶۲۳(القاهرة:مكتبة ابن تيمية، س-ن)،الطبعةالثانية،ج۱۲،ص۴۴۷۔

Sulaiman bin Ahmad bin Ayyub bin Mutair al-Lakhmi al-Shami, Abu al-Qasim al-Tabarani (Died 360 A.H.), Al-Mu'jam al-Kabir, Bab:al-Ain, Amru bin Dinar an Ibn e Umar, hadith No: 13623) (Cairo: Maktaba Ibn Taymiyyah, 2nd edition), vol.12, p. 447.

مسلم امہ کی قیادت سے متعلق قرآنی اصطلاحات کی تعبیر و تشریح

قرآن کریم کی وہ اصطلاحات جن کو سیاست کے ضمن میں پیش کیا جاتا ہے یا جو سیاسی مفہوم رکھتی ہیں ان میں سے ایک اصطلاح "استخلاف" ہے۔ جس کا مادہ "خلف" ہے۔ اسی سے لفظ "خلافت" ماخوذ ہے۔ خلافت کے معنی و مفہوم اور اس سے متعلقہ مباحث قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر موجود ہیں۔ "خلافت" کا لفظ تو قرآن مجید میں موجود نہیں لیکن اس کی حقیقت کو لفظ "خلیفہ"، "استخلاف" اور اس سے ماخوذ دیگر الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ سورۃ النور میں زمین پر دین کے نفاذ اور استحکام کے لیے نیک اور صالح مومنین سے خلافت ارضی دینے کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَيَسْتخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ " [18]

اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی۔

قرآن در اصل خلافت اور استخلاف کو تین مختلف معنوں میں استعمال کرتا ہے اور ہر جگہ سیاق وسباق سے پتا چل جاتا ہے کہ کہاں کس معنی میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اس کے ایک معنی ہیں: "خدا کے دیے ہوئے اختیارات کا حامل ہونا"۔ اس معنی میں پوری اولاد آدم زمین میں خلیفہ ہے۔ دوسرے معنی ہیں: "خدا کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے امر شرعی (نہ کہ محض امر تکوینی) کے تحت اختیارات خلافت کو استعمال کرنا"۔ اس معنی میں صرف مؤمن صالح ہی خلیفہ قرار پاتا ہے، کیونکہ وہ صحیح طور پر خلافت کا حق ادا کرتا ہے اور اس کے برعکس کافر و فاسق خلیفہ نہیں بلکہ باغی ہے، کیونکہ وہ مالک کے ملک میں اس کے دیے ہوئے اختیارات کو نافرمانی کے طریقے پر استعمال کرتا ہے۔ "تیسرے معنی ہیں: "ایک دور کی غالب قوم کے بعد دوسری قوم کا اس کی جگہ لینا"۔ پہلے دونوں معنی خلافت بمعنی "نیابت" سے ماخوذ ہیں اور یہ آخری معنی خلافت بمعنی "جانشيني" سے ماخوذ۔ اس لفظ کے یہ دونوں معنی لغت عرب میں معلوم و معروف ہیں۔"[19]

---

[18] القرآن، النور ۲۴:۵۵

Al-Qur'an, Al-Noor 24:55

[19] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج۳، ص۴۱۸۔

Maududi, Syed Abul-Ala, Tafhim ul Qur'an, Vol. 3, p. 418.

اس سیاق و سباق میں آیت استخلاف کو پڑھنے سے اس امر میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا کہ یہاں پر لفظ خلافت ایسی حکومت کے لیے استعمال ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر شرعی کے مطابق اس کی نیابت کا صحیح حق اس کرنے والی ہو۔ کفار تو دور کی بات ہے صرف اسلام کا دعوی کرنے والے منافقین تک کو اس وعدہ میں شریک کرنے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اس وعدے کے بلاواسطہ مخاطب عہد رسالت کے لوگ تھے جن پر حالت خوف طاری تھی اور اسلام نے ابھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ لیکن چند سالوں میں یہ حالت خوف امن میں تبدیل ہوئی۔ اسلام نہ صرف افریقہ اور ایشیاء کے وسیع حصے پر چھا گیا اور اس کی جڑیں نہ صرف سرزمین حجاز بلکہ کرہ زمین میں جم گئیں۔

"یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنا یہ وعدہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا کر دیا۔ اس کے بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کر سکتا ہے کہ ان تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے اور ان کے مومن صالح ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے"۔[20]

اسی طرح ایک اور حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔

"الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً" [21]

اس خلافت سے خلافت راشدہ مراد ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتی رہی۔ اسی طرح ایک حدیث پاک میں ہے کہ میری امت کا کام چلتا رہے گا جب تک بارہ خلیفہ رہیں گے۔

---

[20] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج۳، ص۴۱۹۔

Maududi, Syed Abul-Ala, Tafhim ul Qur'an, Vol. 3, p. 419.

[21] محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى ٣٥٤هـ)، الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كِتابُ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مناقب الصحابة رضي الله عنهم أجمعين مناقب الصحابة رضي الله عنهم أَجْمَعِينَ،رقم الحديث ٦٩٤٣(بيروت: مؤسسة الرسالة، الطبعةالأولى، ١٤٠٨ هـ-١٩٨٨ م)، ج١٥،ص٣٩٢

Muhammad bin Hibban bin Ahmad bin Hibban bin Muaz bin Ma'bad, al-Tamimi, Abu Hatim, al-Darmi, al-Busti ,Al-Ihsan fi Taqreeb Sahih Ibn e Hibban,Hadith No:6943,(Beirut: Al-Risalah Foundation,, 1408 AH. 1988 AD),Vol. 15, P. 392.

"إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتَى يَمْضِيَ فِيهِمِ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً" [22]

اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امت میں بارہ عادل خلفاء کی خبر دی جارہی ہے جن کا متصل ہونا ضروری نہیں جن میں سے پہلے چار خلفاءراشدین اور پھر عمر بن عبدلعزیز اور پھر امام مہدی تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا جو کہ آخری خلیفہ ہوں گے۔ پوری اسلامی تاریخ میں جہاں کوئی مختلف ادوار میں صالح مسلمان حکمران ہوا اسے اپنے عمل وصلاح کے پیمانے پر اللہ تعالی کے اس وعدے کا حصہ ملا ہے۔[23]

کسی شخص کو اقتدار دینے کا مقصد نیکی کا فروغ، بدی کی روک تھام اور عدل کا قیام ہے۔ حکومت اور اقتدار خود کوئی مقصد نہیں بلکہ ان مذکورہ بالا مقاصد کا حصول ممکن بناتا ہے۔

۲۔ امام

امام کے لغوی معنی رہنما اور ہادی کے ہیں۔ اس کے علاوہ لغوی اعتبار سے اس کا اطلاق کچھ اور چیزوں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ

"والامام المؤتم به إنسانا كأن يقتدى بقوله أو فعله، أو كتابا أو غير ذلك محقا كان أو مبطلا وجمعه أئمة" [24]

امام اسے کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے خواہ وہ انسان ہو جس کے قول اور فعل کی اطاعت واتباع کی جائے، یا کتاب ہو (جس میں مذکور احکام کی اطاعت کی جائے) یا اس کے علاوہ اور خواہ وہ امام حق ہو یا امام باطل اور اس (امام) کی جمع آئمہ ہے۔

---

[22] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى ۲۶۱ھ)، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ،كتاب الامارة، بَابُ النَّاسُ تبَعٌ لِقُرَيْشٍ، وَالْخِلَافَةُ فِي قُرَيْشٍ، رقم الحديث۵(۱۸۲۱)(بيروت: دار إحياء التراث العربي، س-ن)، ج۳، ص۱۴۵۔

Muslim bin al-Hajjaj Abu al-Hasan al-Qashiri al-Nisaburi ,Al-Sahih Al-Mukhtasar bi naqal al adal anil adal ila Rasoo Allah (S.A.W.W),Hadith number: 5(1821)(Beirut:Dar ahya al turas al arabi),Vol. 3, p. 145.

[23] مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، ۲۰۰۸ء)، ج۶، ص ۴۴۰-۴۴۱۔

Maulana Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif ul-Qur'an (Karachi: Adarat al-Ma'arif, 2008), Vol. 6, pp. 440-441.

[24] راغب الاصفھانی، أبو القاسم الحسین بن محمد، مفردات غریب القرآن، کتاب الالف، ج۱، ص ۲۴۔

Raghib al-Asfahani, Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad, Mufradat Gharib al-Qur’an, Kitab al-Alf, vol. 1, p. 24.

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ" [25]
جس دن ہم بلائیں گے تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ۔
آیت مذکورہ بالا کے مطابق وہ شخص جس کی اقتداء کی گئی ہو امام کہلاتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:
"وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ" [26]
اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر رکھا ہے لوح محفوظ میں۔
یہاں امام سے لوح محفوظ مراد ہے۔
امام کا ایک معنی پیشوا اور مقتدا کا بھی ہے۔ جیسے سورۃ البقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:
"وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَات فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ" [27]
اور یاد کرو جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں سے تو انہیں پورے طور پر بجالایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا۔
آیت مذکورہ بالا کے تحت اس مقام پر امامت کا عظیم اور ارفع و اعلی درجہ مراد ہے اور وہ نبوت ہے۔یہاں بطور احسان و امتنان اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب فرمارہا ہے۔یہاں امام سے مراد امام معصوم ہے جو صرف نبی ہوتا ہے۔جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا گیا کہ ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔[28]
اہل سنت کے نزدیک امام کا شرعی معنی اور اس پر آیات واحادیث سے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں:
ا۔ امام کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو پھر اس سے وہ شخص مراد ہو گا جس کی دین کے امور میں منہاج نبوت پر پیروی کی جائے۔ جس کا مصداق انبیاء کرام علیہم السلام، خلفاء راشدین، فقہاء، آئمہ، قضاۃ اور نماز کے امام ہیں۔ دین کے امور

---

[25] القرآن، بنی اسرائیل ۱۷:۷۱
Qur'an, Bani Israel 17:71
[26] ۔ القرآن، یٰسین ۳۶:۱۲
Al-Qur'an, Yasin 36:12
[27] ۔ القرآن، البقرہ ۲:۱۲۴
Al-Qur'an, Al-Baqarah 2:124
[28] ۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص ۵۲۲-۵۲۳
Saeedi, Allama Ghulam Rasool, Tibyan ul Qur'an, Vol.1,pp.522-523

میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی پیروی اور اتباع کو لازم کیا ہے اس لیے وہ ہستیاں امام ہیں۔ جبکہ خلفاء راشدین کی اقتداء کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم کیا ہے اس لیے وہ امام ہیں۔[29]

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِى وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيّينَ الرَّاشِدِينَ" [30]

پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت کی پیروی کرو اور میرے خلفاء راشدین جو کہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں ان کی پیروی کرو۔

۲۔ فقہاء آئمہ مجتہدین، قضاۃ، آئمہ تفسیر اور آئمہ حدیث اولی الامر میں داخل ہونے کی وجہ سے امام ہیں کیونکہ حکم الٰہی سے اولی الامر کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔[31]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" [32]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔

۳۔ نماز کی امامت کرنے والے کو اس لیے امام کہا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ" [33]

---

[29] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج ۱، ص ۵۲۲۔۵۲۳۔

Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an, Vol.1, pp.522-523.

[30] امام ابوداؤد سليمان بن اشعث ،سنن ابوداؤد ، كتاب السنة،باب فِي لُزُومِ السُّنَّةِ، رقم الحديث۴۶۰۹ (بيروت:دار الكتاب العربي ،س-ن)،ج۴،ص۳۲۹۔

Imam Abu Dawud Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abu Dawud, Kitab Sunnah, chapter Lazom Al Sunnah, Hadith No:4609 (Beirut: Dar Kitab al-Arabi), vol. 4, p. 329.

[31] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج ۱، ص ۵۲۲۔۵۲۳

Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an, Vol.1,PP.522-523.

[32] القرآن، النساء ۴:۵۹

Al-Qur'an, Al-Nisa 4:59

[33] عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد الدارمي،سنن الدارمي،كتاب الصلوة، باب القول بعد رفع الرأس من الركوع ،رقم الحديث۱۳۱۱(بيروت:دار الكتاب العربي / موقع شبكة مشكاة الإسلامية،۱۴۰۷ھ)،ج۱،ص۳۴۳ ۔

Abdullah bin Abdul Rahman Abu Muhammad al-Darmi, Sunan al-Darmi, Kitab al-Salat,Hadith no:1311(Beirut: Dar al-Kitab al-Arabi / Al-Moqa Shibkat Mishkaat al-Islamiyya, 1407 AH)Vol.1,p.343.

امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔
۴۔ اس طرح امامت میں سب سے بلند مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔ ان کے بعد خلفاء راشدین کا اور پھر، آئمہ مجتہدین، علماء، فقہاء، عدل کرنے والے قاضی اور نماز کے امام کا درجہ ہے۔[34]
ایسا شخص جو تمام مسلمانوں کا امیر ہو اس کو بھی امام کہا جاتا ہے یعنی جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہو اور اس کو دین اور دنیا کے تمام امور میں ریاست عامہ حاصل ہو۔
علامہ غلام رسول سعیدی امت کے لیے ایک امام کے تقرر کے حوالے سے علامہ تفتازانی کا قول نقل کرتے ہیں:
"امت کے لیے ایک امام ضروری ہے جو دین کے احکام کو زندہ کرے، سنت کو قائم کرے، مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور حق داروں کو ان کے حقوق پہنچائے، امام کے تقرر کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مکلف ہو، مسلمان ہو، نیک ہو، آزاد ہو، مرد ہو، مجتہد ہو، بہادر ہو، صاب رائے ہو، سمیع بصیر اور ناطق ہو، اور قرشی ہو، اس کے لیے ہاشمی ہونا، معصوم ہونا اور سب سے افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔"[35]
امامت کے وجوب پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:
امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے۔یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے امام کے تقرر کے معاملہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین پر بھی مقدم رکھا۔ احکام شریعت کا نفاذ، حدود کا قائم کرنا، مسلم ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا واجب ہے۔یہ تمام امور امام پر موقوف ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے۔ قیام عدل، معاش و معاد کی درستگی اور ظلم و ستم کا خاتمہ کرنا واجب ہے جس کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے۔ امام کا تقرر واجب ہے کیونکہ کتاب اللہ و سنت رسول میں امام کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔[36]
امام کے تقرر کے واجب ہونے کے حوالے سے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا جاتا ہے۔

---

[34] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص ۵۲۲۔۵۲۳۔
Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an, Vol.1, pp. 522-523.
[35] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص ۵۲۲۔۵۲۳۔
Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an, Vol.1, pp. 522-523.
[36] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۱، ص ۵۳۰۔
Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an,Vol. 1, p. 530

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" [37]

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔

نیز اس کے استدلال میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پیش کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ مَات وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَات مَيْتةً جَاهِلِيَّةً" [38]

جو شخص کسی کی بیعت کیے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

قرآن کریم میں دو طرح کے آئمہ کا ذکر ہے۔ ایک ہے آئمہ ہدیٰ اور دوسری قسم کے امام آئمہ جور ہیں۔

آئمہ ہدیٰ

آئمہ ہدیٰ افراد معاشرہ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کی قیادت کو قبول کرنے والے اور ان کے پیغام پر لبیک کہنے والے راہ خدا کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔

"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَات وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ" [39]

اور ہم نے بنادیا انھیں پیشوا (لوگوں کے لیے) وہ راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ وہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور سب ہمارے عبادت گزار تھے۔

انہیں ہم نے ایسے سردار بنایا کہ اعمال صالحہ میں اور خیر میں ان کی اقتدا کی جاتی تھی جو ہماری کتاب کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے ہیں اور توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انہیں ہم نے مخلوق کی رہنمائی کا

---

[37] القرآن، النساء ۴:۵۹۔

Al-Qur'an, An-Nisa 4:59

[38] سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني ،المعجم الكبير، بابُ الْمِيمِ،ذَكْوَانُ أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ،عَنْ مُعَاوِيَةَ،رقم الحديث ٧٦٩(القاهرة :مكتبة ابن تيمية، الطبعةالثانية،١٤١٥ هـ-١٩٩٤م)، ج١٩،ص٣٣٤۔

Sulaiman bin Ahmad bin Ayyub bin Mutair al-Lakhmi al-Shami, Abu al-Qasim al-Tabarani,Al-Mojm al-Kabir, Bab al-Meem, Zakwan abu Saleh al-Samman, an Mu'awiyah, hadith no: 769,(Cairo: Ibn Taymiyyah Library, second edition, 1415 A -1994 AD) vol.19 , p. 334.

[39] القرآن، الانبیاء ۲۱:۷۳

Al-Qur'an, Al Anbiya 21:73

حکم دیا ہے۔اصل رہبری اور قیادت انہیں کا حق ہے جو ان صفات سے متصف لوگ ہیں۔خواہ وہ دینی قیادت ہو ،سیاسی قیادت ہو یا فکری قیادت۔یہ لوگ ہی سچے،اصل اور حقیقی لیڈر اور رہبر ور ہنما ہیں۔

آئمہ جور/آئمہ کفر

آئمہ جور،امام باطل اور دشمن کے سربراہوں کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے:

"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ" [40]

اور ہم نے بنایا تھا انھیں ایسے پیشوا جو بلا رہے تھے (اپنی رعایا کو) آگ کی طرف۔

ان کی قوم میں سے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے سردار بنائے جو جہنم کی طرف دعوت دیتے تھے۔ان کی اتباع سے صاحب بصیرت لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔جو جہنمیوں کے عمل کی طرف بلانے والے ہیں اور بروز قیامت ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔آئمہ کفر کے مقابلے میں پوری قوت کے ساتھ تیار اور مستعد رہنے کا حکم ارشاد فرمایا:

"فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ" [41]

اس کے علاوہ فاسق قیادت کے لیے قرآن کریم میں علو فی الارض،استکبار فی الارض اور فساد فی الارض کی اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔

۳۔سلطان

قیادت اور حکمرانی کے مناصب میں سے ایک منصب سلطان کا ہے۔سلطان کی جمع سلاطین ہے۔یہ بادشاہ،صاحب اقتدار،غلبہ،دلیل اور حجت کے معنوں میں عموماً استعمال ہوا ہے۔لسان العرب میں ابن منظور لکھتے ہیں:

"والسلطانُ الحجة۔۔۔والسُّلْطانُ الوالي ۔۔۔ يذكر ويؤنث والجمع السَّلاطِينُ والسُّلْطان والسُّلُطانُ قُدْرةُ المِلِك" [42]

---

[40] القرآن،القصص۲۸:۴۱

Al-Qur'an, Al-Qasas 28:41

[41] القرآن،التوبۃ۹:۱۲

Qur'an, At-Tawbah 12:9

[42] ابن منظور،لسان العرب،مادہ:سلط،(القاہرۃ:دار المعارف،س۔ن)،ج۳،ص۲۰۶۵۔

Ibn Manzoor, Lisan al-Arab, Mada: Salt, (Cairo: Dar al-Maarif), vol.3, p.2065

سلطان کے معنی حجت کے ہیں اور سلطان کے معنی حکمران کے بھی آتے ہیں۔یہ لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔اس کی جمع سلاطین ہے اور سلطان کے معنی حکمران کی قدرت اوراس کے اقتدار کے بھی آتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ یہ لفظ "تسلط" سے بنا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز پر غالب آنا، قابض ہونااور قادر ہونا۔حجت اور قوی دلیل کو اس لیے سلطان کہاجاتاہے کیونکہ مضبوط اور قوی دلیل کالوگوں پر غالب اثر ہوتا ہے۔[43]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"حجت کو "سلطان" کہنے کی کیاوجہ ہے۔اس میں محققین کااختلاف ہے۔بعض اہل علم کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس حجت ہوتی ہے وہ ایسے شخص پر غالب آجاتا ہے جس کے پاس حجت نہیں ہوتی ۔اس کو دوسرے شخص پر ایسے غلبہ حاصل ہوتا ہے جیسے سلطان یعنی بادشاہ اپنی عوام پر غالب ہوتا ہے۔۔۔سلطان (بادشاہ) کواس لیے سلطان کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔۔۔بعض محققین کے نزدیک سلطان کا معنی تسلط ہے۔بادشاہ اور سلاطین اپنی قدرت نافذہ اور حاکمیت کی قوت کے لحاظ سے سلاطین ہیں اور علماء اپنی علمی قوت کے لحاظ سے۔علماء کاتسلط اور ان کی سلطنت بادشاہوں کے تسلط اور ان کی سلطنت سے زیادہ مضبوط اور کامل ہے"[44]

تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع نے لکھاہے کہ "سلطان کے لفظی معنی غلبہ وتسلط کے ہیں،اسی لیے حکومت کو سلطنت اور حاکم کو سلطان کہاجاتاہے"[45]

مذکورہ بالا بحث سے سلطان کا معنی ومفہوم تو واضح ہوگیا لیکن قرآن کریم میں مختلف مقامات پر "سلطان"کاذکر کس حوالے سے کیاگیاہے اس کی وضاحت کے لیے چند آیات اور ان پر مفسرین کی آراء مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[43] راغب الاصفھانی، اَبو القاسم الحسین بن محمد، مفردات غریب القرآن، کتاب السین، ج۱، ص۲۳۸۔

Raghib al-Asfahani, Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad, Mufardat Gharib al-Qur'an, Kitab al-Seen, vol. 1, p. 238.

[44] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۵، ص۶۱۷۔۶۱۸۔

Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an, Vol.5, pp. 617-618.

[45] مولانامفتی محمد شفیع، معارف القرآن(کراچی:ادارۃ المعارف،۲۰۰۸ء)، ج۸، ص۵۴۶۔

Maulana Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif al-Qur'an (Karachi: Adarat al-Ma'arif, 2008), Vol. 8, p. 546.

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے غلبہ اور فتح ونصرت کی دعا کی جس کو قبول فرمایا گیا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ہے:

"وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا" [46]

اور دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

علامہ مودودی نے اس مقام پر سلطان کا ترجمہ "اقتدار" کیا ہے۔[47] کیونکہ حکومت اور اقتدار کی قوت اور طاقت سے نہ صرف دین کا نفاذ ممکن ہے بلکہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے بھی اس کا ہونا ضروری ہے۔

حدیث مبارک سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سد باب فرمادیتا ہے کہ جن کا سد باب قرآن سے نہیں کرتا۔

"إن الله ليزع بالسلطان ما لا يزع بالقرآن" [48]

حدیث مبارکہ میں سلطان کی عظمت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"السُّلْطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ" [49]

سلطان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔

"سلطٰنًا نصيرًا " کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

---

[46] القرآن، بنی اسرائیل ۱۷:۸۰

Qur'an, Bani Israel 17:80

[47] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۶۳۸۔

Maududi, Syed Abul Ala, Tafhim ul Qur'an, Vol. 2, p. 638.

[48] عبدالمحسن العباد،شرح سنن أبي داود، حكم منازعة الإمام بالأحزاب والانتخابات (موقع شبكة مشكاة الإسلامية،س-ن)،ج١،ص٢ ۔

Abd al-Mohsan al-Abaad, Sharh Sunan Abi Dawud,Chapter:Hakam Manaza tul imam bil ahzab wal intikhab(Moqe Shabkat Mishkaat Al Islamiyah),vol.1,P.2.

[49] علي بن حسام الدين المتقي الهندي،كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الإمارة،من قسم الأقوال وفيه بابان،باب الفصل الأول { في الترغيب فيها }،حديث ١٤٥٨٣(بيروت:مؤسسة الرسالة ،١٩٨٩ م)،ج٦،ص٤۔

Ali bin Hussam al-Din al-Muttaqi al-Hindi, Kanz ul-Umal fi Sunan al-Aqwal wa al-afaal, Kitab al-Imara', , Chapter:Al-fasal Al Awal.Fi al-Targheeb Fiha, Hadith No:14583,(Beirut: Muas sisa Al-Risalah, 1989), vol.6, p.4.

"قَالَ الشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ: أَيْ حُجَّةً ثَابِتةً. وَذَهَبَ الْحَسَنُ إِلَى أَنَّهُ الْعِزُّ وَالنَّصْرُ وَإِظْهَارُ دِينِهِ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ. قَالَ: فَوَعَدَهُ اللَّهُ لَيَنْزِعَنَّ مُلْكَ فارس والروم وغيرها فيجعله له." [50]

شعبی اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حجۃ ثابتہ ہے۔ حسن کی رائے ہے کہ اس سے مراد مددو عزت، نصرت اور تمام ادیان پر دین اسلام کو غالب کرنا ہے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ روم اور فارس وغیرہ کی سلطنتیں ان سے چھین کر آپ کے حوالے فرمائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَآتَيْنَا مُوسٰى سُلْطَانًا مُبِينًا" [51]

ہم نے عطا فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو واضح غلبہ۔

سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا" [52]

یقیناً اس کا زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو (سچے دل سے) ایمان لائے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَأَنْ تشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانً" [53]

اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند۔

مندرجہ ذیل آیت میں سلطان کے معنی اختیار اور غلبہ کے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[50] قرطبی، الجامع لأحكام القرآن/ تفسير القرطبي، ١٠ ج، ص٣١٣۔

Al-Qurtubi, Al-Jame Al-Ahkam Al-Qur'an / Tafsir al-Qurtubi,vol.10, p. 313.

[51] القرآن، النساء۴:۱۵۳

Al-Qur'an, Al-Nisa 4:153

[52] القرآن، النحل۱۶:۹۹

Al-Qur'an, Al-Nahal 16: 99

[53] القرآن، الاعراف۷:۳۳

Al-Qur'an, Al-A'raf 7:33

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ" [54]

اور بیشک ہم نے بھیجا موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی خاص نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ۔

۴۔ ملک

قرآن مجید میں "الملک" متعدد مقامات پر آیا ہے۔ "مُلک" بمعنی حکومت اور "ملِک" بمعنی حکمران ہے۔ اسی طرح ملوک ملک کی جمع ہے۔ عرف عام میں اس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی حکمرانی کے لیے قرآن کریم میں ملک کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی میں "مُلک" یا "مَلِک" سے ماخوذ لفظ ملوکیت بھی بولا جاتا ہے۔ بادشاہ یا بادشاہت ایک معروف اصطلاح بھی اردو میں موجود ہے۔ یہ لفظ حکمران، مختلف انداز میں مخلوق پر حکمرانی اور قیادت کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ صالح، نیک، عادل حکمرانوں اور اسی طرح برے، ظالم، آمر اور طاغوتی حاکموں کے لیے یعنی ہر دو معانی میں استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی مَلِک کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

"الملك هو المتصرف بالامر والنهى في الجمهور وذلك يختص بسياسة الناطقين۔۔۔قال بعضهم: الملك اسم لكل من يملك السياسة إما في نفسه وذلك بالتمكين من زمام قواه وصرفها عن هواها، وإما في غيره سواء تولى ذلك أو لم يتول" [55]

ملک وہ ہوتا ہے جو جمہور میں امر و نہی کے ذریعے تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف ذی عقل لوگوں کی سیاست کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔۔۔ بعض علماء لغت کے مطابق ملک ہر اس شخص کا نام ہے جو سیاست کا مالک ہو یا اپنے نفس کے بارے کہ قوائے نفسانیہ اس کے قابو میں ہوں (اس طرح کا شخص اپنے نفس کا بادشاہ ہے) یا دوسروں کے اوپر اسے یہ سیاسی قوت حاصل ہو خواہ عملاً وہ حکمران ہو یا نہ ہو (لیکن قوت اور اہلیت رکھتا ہو)۔

قرآن کریم میں نیک و صالح سربراہوں کے لیے جن مقامات پر ملک کا لفظ استعمال ہوا ہے ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

---

[54] القرآن، ھود ۱۱:۹۶

Al-Qur'an, Al-Qur'an, Hud 11:96

[55] راغب الأصفهانى ،أبو القاسم الحسين بن محمد (المتوفى۵۰۲ھ)،المفردات في غريب القرآن،حرف ميم(دمشق ۔بيروت دار القلم/ الدار الشامية ، الطبعةالأولى،۱۴۱۲ھ)،ج۱،ص۷۷۴۔

Raghib al-Asfahani, Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad (Died 502 AH), Al-Mufradat fi Gharib al-Qur'an, letter Meem(Damascus/Beirut: Dar al-Qalam/ Al-Dar al-Shamia, first edition, 1412 AH),Vol. 1, p. 774.

مثلاً بنی اسرائیل کی بادشاہت کے لیے طالوت کے تقرر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوت مَلِكًا ۔۔۔ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ" [56]

بے اللہ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر فرمادیا ہے۔۔۔اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح قوم بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" [57]

جب انہوں نے (اپنے) نبی سے کہا: ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیں تو ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت سموئیل علیہ السلام حکومت کرتے تھے لیکن وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ کسی اور کو سربراہ کار بنائیں جس کی قیادت میں جنگ کر سکیں لیکن وہ غیر مسلم اقوام کے طریقوں سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے اور ان میں اتنی جہالت آگئی تھی کہ بادشاہی اور خلافت کا فرق ان کے ذہنوں سے نکل چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے بادشاہ کے تقرر کی درخواست کی نہ کہ خلیفہ کے تقرر کی۔ اللہ کے نبی کو بادشاہت کے قیام کا مطالبہ پسند نہ آیا۔[58]

سورۃ المائدہ میں بنی اسرائیل کی ماضی کی عظمت اور شان و شوکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا" [59]

جب بنائے اس نے تم میں انبیاء اور بنایا تمہیں حکمران۔

ان کی قوم میں جلیل القدر انبیاء تشریف لائے۔ مدت دراز تک ان کا سکہ مصر اور اس کے گردونواح میں رواں تھا اور یہی اس دور کی مہذب دنیا کے بڑے فرماں روا تھے اس شان دار ماضی کا ذکر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے

---

[56] القرآن، البقرہ ۲:۲۴۷

Al-Qur'an, Al-Baqarah 2: 247

[57] البقرہ ۲:۲۴۶

Al-Baqarah 2: 246

[58] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج۱، ص۱۸۶-۱۸۵۔

Maududi, Syed Abul Ala, Tafhim ul Qur'an,Vol.1,PP.185-186.

[59] القرآن، المائدہ ۵:۲۰

Al-Qur'an, Al-Ma'idah 5:20

فرماتے۔ اسی طرح داود علیہ السلام کی حکومت اور حکمت و دانائی کا ذکر سورۃ البقرہ میں ان خوبصورت الفاظ میں بیان فرمایا:

"وَقَتلَ دَاوُودُ جَالُوت وَآتاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ" [60]

اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے انہیں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جن چیزوں کا چاہا انہیں علم عطا فرمایا۔

داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تو اس بہادری نے انہیں بنی اسرائیل کی آنکھ کا تارہ بنا دیا۔ اس میں ایک یہ حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص حد تک طاقت اور غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ لوگ ظلم پر اتر آئیں اور حد سے بڑھ جائیں تو کسی اور گروہ سے ان کا زور ختم کر دیتا ہے۔ زمین کا نظام قائم اور برقرار رکھنے کے لیے یہی اللہ کا ضابطہ ہے۔ اگر ایک ہی پارٹی ہمیشہ کے لیے اقتدار پر ہوتی تو اس کی قہرمانی لازوال ہوتی۔ اس سے ملک خدا میں فساد برپا ہوتا۔[61]

اس کے علاوہ کچھ ایسے ظالم اور طاغوت سربراہوں کے لیے جن کی قرآن مجید میں مذمت کی گئی ہے "ملک "کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی ایسی ملوکیت اور بادشاہت جو ظلم وبربریت اور فساد کا باعث بنے۔ قرآن کریم میں ملکہ سبا کا اپنے درباریوں سے ایک مکالمے کا ذکر ہے جس میں سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط کے جواب پر مشاورت طلب کی گئی۔ درباریوں نے کہا کہ ہم طاقت ور اور لڑنے والے لوگ ہیں آگے آپ جو فیصلہ کریں اس پر ملکہ نے کہا:

"إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ" [62]

اس میں شک نہیں کہ بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور بنا دیتے ہیں وہاں کے معزز شہریوں کو ذلیل اور یہی ان کا دستور ہے (اس لیے جنگ کرنا قرین دانشمندی نہیں)۔

---

[60] القرآن، البقرہ ۲:۲۵۱

Al-Qur'an, Al-Baqarah 2: 251

[61] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج۱، ص ۱۹۲-۱۹۱۔

Maududi, Syed Abul Ala, Tafhim ul Qur'an,Vol.1, pp. 191-192.

[62] القرآن، النمل ۲۷:۳۴

Al-Qur'an, Al-Naml 27:34

یہ بادشاہت اور ملوکیت کا مزاج ہے کہ جب کہیں حملہ آور ہوں تو عوام پر ظلم و ستم کیا جائے اور ان کو خوب ذلیل و رسوا کیا جائے۔ ایسی مطلق العنان بادشاہت کا مقصد بادشاہ اور حکمران کی شخصی بڑائی کا بزور قوت اظہار اور رعایا کو اس کا معترف بنانا ہوتا ہے۔

اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے " مُلْكٌ عَضُوضٌ "[63] یعنی کاٹ کر کھا جانے والی بادشاہت کا نام دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ظالم ملوک کا طرز عمل ظلم و بربریت کا بازار گرم کرنا، لوگوں کو غلام بنانا اور ان پر بادشاہ کی بڑائی کو مسلط کرنا اور عوام کو ذلیل و رسوا کرنا ہے۔

۵۔اولی الامر

اولی الامر کے مفہوم میں سیاسی قائدین، حکام اور فقہاء شامل ہیں۔ قومی اور عوامی نمائندوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان کے سامنے ایسے اہم امور کو پیش کیا جاتا ہے جن پر ان سے مشاورت انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ یہ لوگ قومی مجلس شوریٰ کے ارکان ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے ایسے حکام جو کسی ذمہ دارانہ منصب پر فائز ہوں قطع نظر اس سے کہ یہ طبقہ علماء سے تعلق رکھتے ہوں، عدلیہ سے ہوں یا انتظامیہ سے۔ لغت میں اولی الامر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو۔ سیاست کے ضمن میں آیت ولایت واضح طور پر قرآنی تصور قیادت کو پیش کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" [64]

اے ایمان والوں! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی شان) رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔

---

[63] عثمان بن سعيد بن عثمان بن عمر أبو عمرو الداني (المتوفى۴۴۴ھ)، السنن الواردة في الفتن وغوائلها والساعة وأشراطها،بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَدْرُسُ وَيَذْهَبُ أَهْلُهُ وَأَنَّ الْأَوْثَانَ تعْبَدُوَأَنَّ قَبَائِلَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ تلْحَقُ بِالْمُشْرِكِينَ،رقم الحديث۴۱۸(الرياض:دار العاصمة، الطبعةالأولى،۱۴۱۶ھ)،ج۴،ص۸۲۴۔

Usman bin Saeed bin Usman bin Umar Abu Amr al-Dani (died 444 AH), Al Sunan Al Waridah Fil Fitan wa ghawa'il'haa wal sa'at wa ashratuha,Hadith Number:418(Al Riyadh: Dar Al-Asimata, first edition, 1416 AH)Vol. 4, p. 824.

[64] القرآن، النساء۴:۵۹

Al-Qur'an, An-Nisa 4:59

آیت میں ظاہری طور پر تین اطاعتوں کا حکم ہے یعنی اللہ جل شانہ کی اطاعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اوراولی الامر کی اطاعت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور مجاہد غیرہ کے مطابق اولی الامر کے مصداق علماء اور فقہاء ہیں۔ نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد امراءوحکام ہیں جن کے ہاتھ میں حکومت کانظام ہوتاہے۔[65]

عطاء بن سائب کی رائے میں اس سے مراد اصحاب فقہ وصاحبان علم ہیں۔ ابن وہب کی رائے میں اولی الامر سے مراد سلاطین ہیں۔ مجاہد سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔ امام ابن جریر نے اس قول کو اولیٰ قرار دیا کہ آیت "اولی الامر" سے مراد آئمہ اور حکام ہیں۔[66]

ایک اصول یہ بھی ہے کہ امیر کی اطاعت تب واجب ہے جب وہ عدل پر قائم رہے۔ ظلم، ناانصافی اور معصیت و خلاف شرع احکام میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایسی اطاعت جائز نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو بے شک اطاعت تو نیکی کے کاموں میں ہے۔

"لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ"[67]

اسی مفہوم کو ایک اور حدیث مبارک میں ان الفاظ میں بیان کیاگیاہے۔

---

[65] محمد شفیع، مولانا مفتی، معارف القرآن، ج۲، ص۴۵۰۔

Muhammad Shafi, Maulana Mufti, Ma'arif al-Qur'an, Vol. 2, p. 450

[66] سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ج۲، ص۷۰۵۔۷۰۶۔

Saeedi,Allama Ghulam Rasool,Tibyan ul Qur'an,Vol. 2, pp. 705-706.

[67] مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري،صحيح مسلم، كتاب الامارة،باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية،رقم الحديث ۱۸۴۰(بيروت :دار إحياء التراث العربي،س۔ن)، ج۳،ص۱۴۶۹۔

Muslim bin al-Hajjaj Abu al-Hussain al-Qashiri al-Nisaburi, Sahih Muslim, Kitab al-Imara,hadith number:1840(Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi),vol. 3, p. 1469.

مسلم امہ کی قیادت سے متعلق قرآنی اصطلاحات کی تعبیر و تشریح

"عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" [68]

مسلمان شخص پر حکم سننا اور اطاعت کرنالازم ہے خواہ وہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند ہاں اگر اس کو اللہ کی معصیت کا حکم دیا جائے تو ان کی بات کو نہ سنا جائے گا اور نہ مانا جائے گا۔

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ" [69]

اور اگر وہ اس معاملہ کو رسول اور اپنے اولی الامر کی طرف لوٹا دیتے تو اس کا (حل) وہ لوگ ضرور جان لیتے تو ان میں سے کسی مسئلہ کو مستنبط کر سکتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ جس چیز کا حکم صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں نازل فرمایا یا براہ راست احکام الٰہی جن کی تعمیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جیسے ایک اللہ کی عبادت کرنا، قیامت اور آخرت پر یقین رکھنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض سمجھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرنا۔

۲۔ یہ احکام کا وہ حصہ ہے جس میں تفصیل اور تشریح کی ضرورت ہے قرآن کریم مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے پھر اس کی تفصیل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری قول و عمل حکم الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے۔

۳۔ احکام کا تیسرا حصہ وہ ہے جو قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ موجود نہیں۔ ایسی صورت میں مجتہدین علماء قرآن و سنت کے نصوص اور مسئلہ زیر غور کے نظائر میں غور و فکر کے ذریعے ان کے متعلق حکم تلاش کرتے ہیں۔ فی

---

[68] أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى ٣٠٣هـ)،المجتبى من السنن ـ السنن الصغرى للنسائي، كتاب البيعة،باب جَزَاءُ مَنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَأَطَاعَ،رقم الحديث ٤٢٠٦(حلب:مكتب المطبوعات الإسلامية ،الطبعةالثانية، ١٤٠٦ هـ-١٩٨٦م)،ج٧،ص١٦٠۔

Abu Abd al-Rahman Ahmad bin Shuaib bin Ali Al-Khurasani, Al-Nasa'i (died 303 AH), al-Mujtaba Min Al Sunan/Al-Sunan al-Sughra Lin Nasai, Kitab al-Bait,hadith number:4206,(Halab:Maktab Al Matboo'aat Al Islamiah, second edition, 1406 A.H), vol. 7, p. 160.

[69] القرآن، النساء ۴:۸۳

Al-Qur'an, Al-Nisaa 4:83

الحقیقت ان احکام کی اطاعت قرآن کریم اور سنت مطہرہ سے مستفاد ہونے کی بنا پر اطاعت الٰہی کی ہی ایک فرد ہوتی ہے۔ مگر ظاہری طور پر یہ علماء کی طرف منصوب فقہی فتاویٰ جات کہلاتے ہیں۔ اسی تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی رو سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ جن پر عمل کرنے والے کو اختیار ہے وہ جس طرح چاہے عمل کرے جن کو مباحات کہا جاتا ہے۔[70]

اس طرح کے احکام میں عملی انتظام امراء اور حکام کے سپرد ہوتا ہے کہ وہ مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی قانون بنائیں اور سب کو اس پر چلائیں۔ اگر عوام کو یہ اختیار تفویض کیا جائے تو کوئی نظام چلانا ممکن نہیں رہے گا کیونکہ نظام چلانے کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ مثلاً کن قواعد پر آبادکاری کا انتظام کیا جائے، شہر میں ڈاک خانے یا پولیس اسٹیشن کتنے ہوں یا ریلوے کا نظام کیسے ہو۔ یہ سب مباحات ہیں۔ ان کی کوئی جانب نہ حرام ہے نہ واجب بلکہ اختیاری ہے۔

"اولوالامر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لیے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام و امراء کی اطاعت واجب ہو گئی۔۔۔ جس طرح منصوصات قرآن میں قرآن کا اتباع اور منصوصات رسول میں رسول کا اتباع لازم واجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہا کا اور انتظامی امور میں حکام و امراء کا اتباع واجب ہے، یہی مفہم ہے اطاعت اولی الامر کا۔"[71]

فقہاء عام طور پر عوامی نمائندوں کو اہل الحل والعقد کہتے ہیں۔ یعنی ایسے افراد جو قوم کے ذمہ دار اور معتمد اور مرجع ہوں۔

۶۔ نقیب

"نقیب" کی جمع نقباء ہے اور یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(ا) دیوار یا لکڑی میں سوراخ کو "نقب" کہتے ہیں۔

---

[70] محمد شفیع، مولانا مفتی، معارف القرآن، ج۲، ص۴۵۱۔۴۵۲۔

Muhammad Shafi, Maulana Mufti, Ma'arif al-Qur'an, Vol. 2, pp. 451-452.

[71] محمد شفیع، مولانا مفتی، معارف القرآن، ج۲، ص۴۵۱۔۴۵۲۔

Muhammad Shafi, Maulana Mufti, Ma'arif al-Qur'an, Vol 2, pp. 451-452.

(۲) پہاڑوں میں بنائی جانے والی سرنگ کو "منقبت" کہتے ہیں۔ کسی صالح اور نیک آدمی کے افعال کو بھی" منقبت" کہاجاتاہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے دیوار یا لکڑی میں سوراخ موثر ہوتا ہے اسی طرح دوسرے لوگوں میں نیک شخص کے افعال بھی تاثیر کرتے ہیں۔

(۳) قوم کے رئیس کو "نقیب" کہاجاتاہے۔ کیونکہ وہ ان میں موثر ہوتاہے اوران کے احوال کی تفتیش کرتاہے۔[72]

قرآن مجید میں مختلف آیات میں "نقیب" کا ذکر موجود ہے۔ جیسے کہ سورۃ المائدہ میں ہے:

"وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا" [73]

اور یقیناً لیا تھا اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے اور ہم نے مقرر کیے ان میں سے بارہ سردار

علامہ مودودی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نقیب" کے ایک معنی نگرانی اور تفتیش کرنے والے کے بھی ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلے پر ایک ایک نقیب مقرر کرنے کا حکم دیا جو اسی قبیلے سے ہو۔ جس کا مقصد افراد قبیلہ کے حالات پر نظر رکھنا اور انہیں بداخلاقی و بے دینی سے بچانے کی کوشش کرنا تھا۔

"بائبل کی کتاب گنتی میں بارہ" سرداروں" کا ذکر موجود ہے، مگر ان کی وہ حیثیت جو یہاں لفظ "نقیب" سے قرآن میں بیان کی گئی ہے، بائبل کے بیان سے ظاہر نہیں ہوتی۔ بائبل انھیں صرف رئیسوں اور سرداروں کی حیثیت سے پیش کرتی ہے اور قرآن ان کی حیثیت اخلاقی و دینی نگران کار کی قرار دیتاہے۔"[74]

اس بات پر تو اجماع ہے کہ النقیب سے مراد قوم کا بڑا ہے جو ان کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو اور ان کے امور و مصالح کا ذمہ دار ہو۔ النقاب اس عظیم شخص کو کہاجاتاہے جو لوگوں میں اس طریقہ پر ہوتا ہے۔ اس کا واحد نقیب ہے جو قوم کا شاہد اور ضامن ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت موجود ہے:

---

[72] راغب الاصفھانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد، مفردات غریب القرآن، کتاب النون، ج۱، ص۵۰۳۔

RaGhab al-Asfahani, Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad, Mufaradat Gharib al-Qur'an, Kitab al-Nun, vol. 1, p. 503.

[73] القرآن، المائدہ ۵:۱۲

Al-Qur'an, Al-Ma'idah 5:12

[74] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج۱، ص۴۵۱۔

Maududi, Syed Abul Ala, Tafhim ul Qur'an, Vol. 1, p. 451.

"هَؤُلَاءِ النُّقَبَاءُ قَوْمٌ كِبَارٌ مِنْ كُلِّ سِبْطٍ، تكَفَّلَ كُلُّ وَاحِدٍ بِسِبْطِهِ بِأَنْ يُؤْمِنُوا وَيَتقُوا اللَّهَ، وَنَحْوَ هَذَا كَانَ النُّقَبَاءُ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ، بَايَعَ فِيهَا سَبْعُونَ رَجُلًا وَامْرَأَتَانِ. فَاخْتَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّبْعِينَ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، وَسَمَّاهُمُ النُّقَبَاءُ اقْتِدَاءً بِمُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" [75]

یہ نقباء ہر قبلیہ سے بڑے سر دار تھے۔ ہر ایک اپنے قبیلہ کا کفیل بنا تھا کہ وہ ایمان لائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اور اسی طرح نقباء عقبہ کی رات تھے، اس میں ستر مر دوں اور دو عورتوں نے بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ستر میں سے بارہ کا چناؤ کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا میں ان کا نام نقباء رکھا تھا۔

احادیث مبارکہ میں "عریف" کا لفظ بھی آیا ہے۔ عرفاء عریف کی جمع ہے جس کا معنی ہے سر دار و لیڈر اور مدبر و منتظم یعنی ایسا شخص جو مسلمانوں کے سیاسی اور قومی معاملات کا جاننے والا ہو۔ علامہ ابن منظور کے نزدیک نقیب کے وہی معنی ہیں جو عریف کے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"والنَّقيب العَريفُ وهو شاهدُ القوم وضَمِينُهم .... وهو كالعَرِيف على القوم المُقَدَّم عليهم الذي يَتعَرَّف أَخْبَارَهم ويُنَقِّبُ عن أَحوالهم أَي يُفَتشُ" [76]

نقیب عریف کو کہتے ہیں جو قوم کے معاملات کا گواہ اور ذمہ دار ہوتا ہے۔۔۔ یہ عریف کی طرح قوم کا وہ لیڈر (مقدم) ہوتا ہے جو ان کے حالات سے باخبر رہتا ہے اور ان کے معاملات کی تفتیش و تحقیق کرتا ہے۔

مسلمانوں کے معتمد نمائندوں کو حدیث میں عرفاء کہا گیا ہے:

"إِنَّ الْعِرَافَةُ حَقٌّ وَلاَ بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ" [77]

---

[75] أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى٦٧١هـ)، الجامع لأحكام القرآن(القاهرة:دار الكتب المصرية،الطبعةالثانية، ١٣٨٤هـ-١٩٦٤م)،ج٦،ص١١٢

Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Abi Bakr bin Farah Al-Ansari al-Khazrji Shams al-Din al-Qurtubi (died 671 AH), Al-Jami'a Al-Ahkam al-Qur'an/Tafsir al-Qurtubi(Cairo: Dar al-Kutub al-Misri, second edition, 1384 AH. 1964 AD),Vol. 6, p. 112

[76] ابن منظور، لسان العرب، مادہ: نقب (القاھرۃ: دار المعارف، س۔ن)، ج٦، ص۴۵۱۵

Ibn e Manzoor,Lisan Al Arabs, Mada: Naqb (Cairo: Dar al-Maarif),Vol. 6, p. 4515-

[77] أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي، كتاب قسم الفيء والغني-٣٧، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْعِرَافَةِ لِمَنْ جَارَ وَارْتَشَى وَعَدَلَ عَنْ طَرِيقِ الْهُدَى-٥٧،رقم الحديث١٣٤٣٠، ببلدة حيدر آباد: مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند،الطبعةالأولى١٣٤٤،ج٦،ص٣٦١-

Abu Bakr Ahmed bin Al-Hussain bin Ali Al-Bayhaqi, Sunan al-Kubara wa fi zail'hi al-Johar al-Naqi, hadith number:13430,(Hyderabad: Majlis Dair al-Maarif al-Nizamiya Al-Kaynat fi-Hind, Al-Tabbah Al-Owli 1344)Vol. 6, p. 361.

نمائندگی ضروری ہے اور لوگوں کے لئے نمائندے مقرر کرنا لازم ہے لیکن برے نمائندے جنم میں ہوں گے۔

حدیث پاک ہے کہ حاملین قرآن اہل جنت کے عرفاء یعنی سردار ہیں۔

"حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ" [78]

ان عرفاء قوم کو آج کی اصطلاح میں قومی اسمبلی یا مجلس نمائندگان کہا جاتا ہے۔ امیر المومنین انہیں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان سے ان کے قبیلے اور محلے کے حالات معلوم کرتے۔ [79]

۷۔ ملاء القوم

ملاء کا لفظ قرآن کریم میں ان معنوں میں استعمال ہوا ہے جس میں قیادت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ملاء القوم کی تعریف لسان العرب میں ابن منظور نے ان الفاظ میں کی ہے:

"والمَلأُ الرُّؤَساءُ۔۔۔أَشْرافُ القوم ووجُوهُهم ورؤَساؤهم ومُقَدَّمُوهم الذين يُرْجَع إِلى قولهم" [80]

الملاء سے مراد قوم کے روسا (لیڈر) ہیں ۔۔۔ قوم کے شریف و بااثر نمائندے ہیں اور ان کے روسا جن کو قوم نے آگے کر رکھا ہو اور جن کی بات کی طرف رجوع کیا جاتا ہو۔

قرآن کریم میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کی وضاحت کے لیے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى" [81]

کیا نہیں دیکھا تم نے اس گروہ کو بنی اسرائیل سے (جو) موسیٰ کے بعد ہوا ۔

---

[78] أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى٢٥٥ھ)،مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، وَمِنْ كِتابِ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ(٢٣)،بَابُ فِي خَتمِ الْقُرْآنِ،رقم الحديث ٣٥٢٧(المملكة العربية السعودية :دار المغني للنشر والتوزيع،الطبعة الأولى، ١٤١٢ھ ۔ ٢٠٠٠ م)،ج٤،ص٢١٨٥۔

Abu Muhammad Abdullah bin Abd al-Rahman bin Al-Fazl bin Bahram bin Abdul Samad al-Darmi, al-Tamimi al-Sumrakandi (died 255 AH), Musnad al-Darmi known as (Sunan al-Darmi),Kitab:Faza'il al-Qur'an (23), chapter:fi khatam al Qur'an, hadith number:3527,(Kingdom of Arabia Saudi Arabia: Dar Al-Mughni for publication and distribution, first edition, 1412 AH-2000 AD),Vol.4, p. 2185.

[79] اسلامی سیاست، گوہر رحمان، ص۳۰۷۔

Islamic Politics, Gohar Rehman, p. 307

[80] ابن منظور، لسان العرب (ملأ)، ج٦، ص٤٢٥٢۔

Ibn e Manzoor, Lisan al-Arab,word:Ma'la'aa,Vol. 6, p. 4252

[81] القرآن، البقرہ ۲:۲۴۶

Al-Qur'an, Al-Baqarah 2: 246

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں انہوں نے فرعون سے کہا:

"وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ" [82]

اور کہا فرعون کے سرداروں نے (اے فرعون!) کیا تو (یونہی) چھوڑے رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں۔

اسی طرح سورۃ ھود میں ہے:

"إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ" [83]

فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا کوئی کام صحیح نہ تھا۔

ملکہ بلقیس کا اپنی کابینہ کے لوگوں سے مشورہ اور اس میں انداز کلام ایسا کہ جس سے مشورہ کی اہمیت اور ان افراد کی قدر وقیمت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"قَالَت يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتونِي فِي أَمْرِي مَا كُنْت قَاطِعَةً أَمْرًا حَتى تشْهَدُونِ" [84]

ملکہ نے کہا اے سرداران قوم! مجھے مشورہ دو میرے اس معاملہ میں۔ میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم موجود نہ ہو۔

سورۃ یونس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ " [85]

پھر ہم نے بھیجا ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف۔

فرعون غرور اور تکبر کے نشے میں اپنی بڑائی اپنے دربار کے معززین کے سامنے بیان کرتا ہے:

---

[82] القرآن، الاعراف ۷:۱۲۷

Qur'an, al-A'raf 7: 127

[83] القرآن، ھود ۱۱:۹۷

Qur'an, Hud 11:97

[84] القرآن، النمل ۲۷:۳۲

Al-Qur'an, Al-Naml 27:32

[85] ۔ القرآن، یونس ۱۰:۷۵

Qur'an, Younas 10:75

"وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي" [86]

یہ (سُن کر) فرعون نے کہا اے اہل دربار! میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے۔

فرعون کی پوزیشن ان ریاستوں کی پوزیشن سے مختلف نہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی عطا کردہ شریعت کو پس پشت ڈالتے ہوئے خود مختار اور آزاد ہو کر اپنی قانونی اور سیاسی حاکمیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ملک میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجائے ان کا حکم چلے۔

"ان کے اور فرعون کے موقف میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بے شعور لوگ فرعون پر لعنت بھیجتے رہیں اور ان کو سند جواز عطا کرتے رہیں، حقائق کی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی تو معنی اور روح کو دیکھے گا نہ کہ الفاظ اور اصطلاحات کو" [87]

ملاء کا مفہوم صرف سردار لیا جائے تو اس سے قرآن کریم کے طالب علم پر فہم قرآن کی تمام راہیں کشادہ نہیں ہوتیں ۔ اسے قرآن کریم کی ایک ایک آیت کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس قوم کی تمام معلومات سے آگاہی ہوگی تو ملاء کی ذہنیت سے واقف ہوگا۔ نوح علیہ السلام کے ملا مشرک اور بت پرست تھے، یہ ان کی مذہبی قیادت تھی۔ قوم عاد کی ملاء جبار اور عنید تھے یہ ان کی عسکری قیادت تھی۔ قوم شعیب کے ملاء ذہنی افتاد طبع کے لحاظ سے سیکولر تھے اور معاملات معیشت میں حلال و حرام کی پابندی سے بے نیاز تھے اور یہ ان کی اقتصادی قیادت تھی۔ قوم فرعون کے ملا اس کی عسکری اور فوجی قوت کا حصہ تھے۔ [88]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ "عرفاء" اور "نقباء" کی طرح ملاء القوم بھی عوامی نمائندے اور لیڈر ہیں۔

خلاصہ بحث

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ملکی و قومی مقاصد کے حصول کے لیے قیادت انتہائی ضروری ہے۔ ہر معاشرے، گروہ، تنظیم اور ملک کو ایسی قیادت کی ضرورت

---

[86] القرآن، القصص ۲۸:۳۸

Al-Qur'an, Al-Qasas 28: 38

[87] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۶۳۶۔۶۳۸۔

Maududi, Syed Abul Ala, Tafhim ul Qur'an,vol.3, pp. 636-638.

[88] چشتی، خلیل الرحمٰن، قیادت اور ہلاکت اقوام، ۱۷۸۔

Chishti, Khalil-ur-Rahman,Qiyadat or halakat e aqwam,p.178.

ہوتی ہے جو اسے ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے۔ ملکی سطح پر رعایا و حاکم کا باہمی تعلق اور تعاون ملکی و معاشرتی استحکام اور قیام امن کے لیے ناگزیر ہے۔ درست رہنمائی اعلیٰ قیادت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسلام کے عطا کردہ قیادت کے اصولوں کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی قائد درست خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔ وہ عوام کا محافظ ہے جو ان کے حقوق کا تحفظ کرنے کے ساتھ مشترکہ بھلائی کو فروغ دیتا ہے۔ قرآن کریم میں "قیادت" کا لفظ تو موجود نہیں ہے لیکن بہت سے ایسے الفاظ اور اصطلاحات ہیں جن میں قیادت کا مفہوم موجود ہے۔ خلیفہ، امام، اولی الامر، سلطان، ولی اور ملک وغیرہ جیسی اور بھی بہت سی اصطلاحات ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سربراہ ریاست اور حکمران کے لیے خلیفہ کا منصب مقرر گیا۔

قرآن کریم کی وہ اصطلاحات جن کو سیاست کے ضمن میں پیش کیا جاتا ہے ان میں سے ایک اصطلاح "استخلاف" ہے۔ اسی سے لفظ "خلافت" ماخوذ ہے۔ خلافت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امر شرعی کے مطابق اس کی نیابت کا صحیح حق ادا کرنے والی ہو۔ اسی طرح امام کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو پھر اس سے وہ شخص مراد ہو گا جس کی دین کے امور میں منہاج نبوت پر پیروی کی جائے۔ امامت میں سب سے بلند مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔ ان کے بعد خلفاء راشدین کا اور پھر آئمہ مجتہدین، علماء، فقہاء، عدل کرنے والے قاضی اور نماز کے امام کا درجہ ہے۔ امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے۔

قیادت اور حکمرانی کے مناصب میں سے ایک منصب سلطان کا ہے۔ سلطان کی جمع سلاطین ہے اسی سے لفظ سلطنت بھی مشتق ہے یہ بادشاہ، صاحب اقتدار، غلبہ، دلیل اور حجت کے معنوں میں عموماً استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں "الملک" متعدد مقامات پر آیا ہے۔ "مُلک" بمعنی حکومت اور "ملِک" بمعنی حکمران ہے۔ اسی طرح ملوک ملک کی جمع ہے۔ عرف عام میں اس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔

اولی الامر کے مفہوم میں سیاسی قائدین، حکام اور فقہاء شامل ہیں۔ قومی اور عوامی نمائندوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ النقیب سے مراد قوم کا بڑا ہے جو ان کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو اور ان کے امور و مصالح کا ذمہ دار ہو۔ ملاء کا لفظ قرآن کریم میں ان معنوں میں استعمال ہوا ہے جس میں قیادت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ "عرفاء" اور "نقباء" کی طرح ملاء القوم بھی عوامی نمائندے اور لیڈر ہیں۔ مسلم امّہ کی قیادت سے متعلق چند اہم اصطلاحات کو اختصار کے ساتھ اس مقالہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ہمیں ان اصطلاحات کے اصل معنی و مفہوم کو جاننے کی ضرورت ہے تاکہ اس حوالے سے آخری صحیفہ ہدایت قرآن کریم کی تعلیمات سے رہنمائی لی جاسکے۔